کامیاب معاشرے کی تشکیل کیلئے سیرت نبویؐ کا کردار

The role of Prophet's biography for the formation of a successful society

Hafiz Muhammad Azam Owaisi
PhD Research Scholar, Institute of Islamic Studies and Shariya, MY University, Islamabad:
hafizowaisi490@gmail.com

Abstract:
In every era people have needed a successful society. For this purpose, various intelligent people have tried to shape the society with their own methods, experiences and styles. Then when the last Prophet (peace and blessings of Allah be upon him) came to this world, the society was blessed with real success due to his life. Accordingly, we tried to highlight the aspects on this subject in which success was possible with the Prophet's biography.
Keywords: *Prophet (PBUH), Biography, Society, Success*

اسلام ایک فطری دین ہے جو انسان کے فکری اور اخلاقی تربیت کا زیر اہتمام رکھتا ہے۔ اس نے انسان کو باہمی احترام اور محبت کی بنیادوں پر ایک دوسرے کے ساتھ ملجل کرنے کا آداب سکھایا ہے۔ اسلامی تعلیمات میں انسان کی اچھائی اور معاشرتی بہتری کو ترویج دینے کا زور ہے۔ اسلام میں انسانوں کو دینی اقدار اور معاشرتی مسائل کے حل کے لئے ایک دوسرے کے ساتھ مل کر کام کرنے کی ترغیب دی گئی ہے۔ اسلامی اصولوں کے مطابق، انسانوں کو اپنے مجتمع کی ترقی اور بہتری کیلئے متحد ہو کر مشکلات کا حل کرنے کا اہمیتی تعلیم دی گئی ہے۔

آج کے دور میں ہمیں اسلامی اقدار کے مطابق اپنے معاشرتی نظام کو بہتر بنانے کی ضرورت ہے۔ فساد اور بدامنی کے خلاف لڑنے، ایک دوسرے کی مدد کرنے، اور اچھے اخلاقی اصولوں پر عمل کرنے کا وقت ہے۔ اسلام ہمیں معاشرتی بہتری کیلئے ایک دوسرے کے ساتھ محبت اور احترام کا خیال رکھنے کی راہنمائی فراہم کرتا ہے۔

اسلام، جو علوم و فنون، معاشرت و معیشت میں ترقی چاہتا ہے، ایک روشن فکر اور فطری دین ہے۔ یہ ہر پہلو میں انسانیت کو ہدایت فراہم کرتا ہے اور اس کی زندگی کو بہتر بنانے کی تربیت دیتا ہے۔ اسلامی اصولوں کے تحت، انسانیت کو علم و فنون کی راہ میں تربیت دینا اور اسے معاشرتی میل جول اور محبت کی راہوں پر چلنے کے لئے ترغیب دینا ہوتا ہے۔

اسلام فتنہ و فساد کے خلاف ہے اور اس نے انسانی جماعت کی سلامتی اور امنیت کیلئے مثبت لائحہ عمل فراہم کیا ہے۔ اس کی راہنمائی میں، لوگوں کو اختلافات کو حل کرنے، بھائی چارے میں مدد کرنے، اور معاشرتی بنیادوں کو مضبوط بنانے کی تربیت دی گئی ہے۔ قرآن مجید میں انسانوں کو انسدادی عملوں کی بھی تربیت دی گئی ہے تاکہ انہیں اپنی گمراہیوں سے باہر نکالا جاسکے اور معاشرتی بحرانوں کا حل تلاش کیا جاسکے۔

آج کے دن میں، جب دنیا مختلف چیلنجز کا سامنا کر رہی ہے، اسلام ہمیں معاشرتی ترقی اور بہتر مستقبل کی طرف راہنمائی کرتا ہے۔ ہمیں چاہئے کہ اسلامی اصولوں کے روشن نور میں ہدایت پذیری کریں اور اپنی زندگی کو اسلامی اقدار کی راہ میں بہتر بنائیں۔

معاشرے میں حقوق تلفی کی تصحیح سیرتِ نبوی سے:

معاشرے میں بد امنی اور فساد بے چینی کا ایک مضمون ہے، جس کی ایک بڑی وجہ معاشرتی، سیاسی اور معاشی شعبوں میں زیادتی، ظلم اور ناانصافی ہے۔ ظالم اپنے اقتدار، معاشرتی برتری، یا معاشی شعبے میں بالادستی کی بنا پر دوسروں کو زیادتی کا نشانہ بناتا ہے، جس سے حقوق کی پامالی کا سبب بنتا ہے۔ اس ظلم و زیادتی کے خلاف اگر لوگ احتجاج کریں تو ظالم انہیں استحصال کرنے میں مصروف ہوتا ہے، اور اگر احتجاج غیر مؤثر ہوتا ہے تو متاثرہ افراد ظلم کا مقابلہ کرنے کے لئے خود نمٹ جاتے ہیں، جس سے معاشرہ بد امنی اور فساد کا شکار ہوتا ہے۔ اسلام اس موقع پر حقوق کی پامالی اور زیادتی کے خلاف قائم ہے اور جن کی حق تلفی ہوئی ہو ان کے حقوق ادا کرنے کی تلقین کرتا ہے۔

حقوق ادا نہ کرنا دنیوی لحاظ سے قابل دست اندازیِ آئین و قانون ہے اور اس پر آخرت میں بھی پوچھ گچھ ہو گی۔ اسلام نبی کریم ﷺ کی حدیثات سے اس موضوع پر روشنی ڈالتا ہے اور حقوق کی پامالی کو ناپسند قرار دیتا ہے۔ اپنے آپ کو مظلوم کہنے کی بجائے، انسانوں کو اپنے حقوق اور عدالت کا حصہ بننے کی تشویش دی جاتی ہے۔

اسلامی تعلیمات کے مطابق، معاشرتی اور معاشی شعبوں میں انصاف اور برابری کے اصولوں کو سب سے پہلے اہمیت دی جاتی ہے۔ اسلام نے انسانوں کو حقوق ادا کرنے اور ظلم وزیادتی کے خلاف قیام کرنے کی راہنمائی کی ہے تاکہ معاشرتی امن اور فلاح حاصل ہو سکے۔ آپؐ نے فرمایا کہ:

((انْصُر أَخَاكَ ظَالِمًا أَومَظْلُومًا))[1]

"مدد کرو، اپنے بھائی کی خواہ وہ ظالم ہو یا مظلوم"۔

اصحاب کرامؓ نے پوچھا کہ جو بھائی مظلوم ہے اس کی مدد تو سمجھ میں آتی ہے، ظالم کی مدد کیسے کی جائے؟ آپؐ نے فرمایا کہ ظالم کا ہاتھ روکنا اور اسے ظلم سے باز رکھنا اس کی مدد ہے، اسی بارے میں شاہ ولی اللہؒ فرماتے ہیں:

" من أعظم مقاصد بعثة الأنبياء عليهم السلام، دفع الظلم من بين الناس، لأن ظلمهم يفسد حالهم ويضيق عليهم"[2]

ترجمہ: "انبیاء کرام کو دنیا میں مبعوث ہونے کا ایک بڑا مقصد یہ ہے کہ لوگوں کے درمیان میں ہونے والے ظلم وستم کو روکا جائے اور ان کی حقوق کی حفاظت کی جائے۔ اگر ہم مظالم وظلم کا مقابلہ نہیں کریں گے تو زندگی کا نظام بگڑ جائے گا۔

استحصال بھی ایک بڑا مسئلہ ہے۔ اسلام نے اس مسئلے کا حل نہایت عملی اور قانونی طور پر پیش کیا ہے۔ صرف نصیحت کرنا ہی نہیں، بلکہ اللہ کی ناراضگی اور آخرت کی فکر کے ساتھ ساتھ قانونی تدابیر انسٹال کی گئی ہیں۔

---

[1] : البخاري، ابوعبدالله محمدبن اسماعيل، الجامع الصحيح للبخاری/ الجامع المسندالمختصرمن امورسول اللهَ ﷺ وسننه وايامه، دارطوق النجاة، بيروت، 1422ھ، كتاب الجمعه، باب عن اخاك ظالما اومظلوما، ج3، ص128۔

[2] : شاه ولی الله، احمدبن عبدالرحيم الدهلوی، حجة الله البالغه، القاہره، بغداد، ج1، ص742۔

استحصال زدہ طبقہ اپنے ہی افراد کی مستحق حقوق سے محرومی اور کمزوریوں میں اضافہ کرتا ہے۔ استحصال کرنے والوں کے خلاف عدلیہ کے ذریعے سخت کارروائی کی جاتی ہے۔ مغرب میں سرمایہ داری کے تحت غریب کا استحصال ہونا انسانی حقوق کی خلاف ورزی ہے اور اس کا منہ تھامنا ضروری ہے۔ استحصال زدہ طبقہ کے خلاف انقلابی جذبات کی پیش آئی ہے، جس میں لاکھوں انسانی جانیں برباد ہو گئی ہیں۔ اسلام نے ہر قسم کے استحصال کو روکنے کے لئے کئی ذرائع فراہم کیے ہیں، جن میں حدود و تعزیرات کا نظام بھی شامل ہے۔ اسلامی حدود کے بارے میں شاہ ولی اللہؒ لکھتے ہیں:

"اعلم ان من المعاصي ماشرع الله فيه الحد، و ذلك كل معصية جمعت وجوها من المفسده، بأن كانت فسادا في الأرض واقتضابا على طمأنينة المسلمين وكانت لهاداعية في نفوس بني آدم لاتزال تهيج فيهاولهاضراوة لايستطيعون الاقلاع منهابعد، أن أشربت قلوبهم بها،وكان فيه ضرر لايستطيع المظلوم دفعه عن نفسه في كثيرمن الأحيان،وكان كثيرالوقوع فيمابين الناس فمثل هذه المعاصي لايكفي فيهاالترهيب بعذاب الآخرة،بل لابدمن إقامةملامة شديدةعليها وإيلام،ليكون بين أعينهم ذلك، فيردعهم عمايريدونه"[3]

ترجمہ: "جان لو کہ بیشک شریعت نے مختلف جرائم کیلئے حدود مقرر کی ہیں، اور یہ جرائم ایسی ہیں جن سے معاشرتی امن و سکون میں خطرہ پیدا ہوتا ہے اور لوگوں کی حقوق میں تنازعات پیدا ہوتے ہیں۔ یہ حدود ان جرائم کو روکنے اور ان کا امتناع کرنے کے لئے قائم کئے گئے ہیں۔ ان جرائم کے تکرار سے معاشرت میں فتنہ و فساد بڑھتا ہے اور امن و سکون میں گھرے ہوتی ہے۔ مختلف جرائم کے بارے میں بار بار گناہ کرنے والے کو نوں کو دیکھ کر نفرت انسانی جماعت میں پھیلتی ہے، اور اس سے ان جرائم کو روکنا مشکل ہوتا ہے۔ مظلوموں کے لئے یہ مشکلات مزید بڑھتی ہیں کیونکہ وہ اپنا تحفظ کرنے میں ناکام رہتے ہیں۔ اگر ان جرائم کی روک تھام نہ کی جائے تو معاشرت میں فتنہ و فساد بڑھتا رہے گا۔ شریعتی حدود کا نظام ان جرائم کو روکنے کے لئے اہم ہے اور مختلف سخت سزاؤں کا اجراء کرکے ان جرائم کو ختم کرنا ضروری ہے تاکہ دوسرے لوگ ان کی چیخوں سے باز رہیں اور معاشرتی امن و سکون قائم رہے۔"

---

[3]: شاه ولی الله، احمدابن عبدالرحيم الدهلوی، حجة الله البالغه، القاہرہ، بغداد، ج1ص 756۔

معاشرے کو فتنے فساد سے بچانے کیلئے اسلامی حدود بڑا اہم کردار ادا کرتی ہیں، جسٹس ڈاکٹر تنزیل الرحمٰن لکھتے ہیں کہ:

"حدود کا نظام اجتماعی حفاظت کے مقصد سے متعلق ہے، کیونکہ یہ اللہ کے حقوق میں سے ایک حق ہے کہ اجتماعی زندگی کو محفوظ رکھا جائے۔ اس نظام کا مقصد اللہ کے حکمات اور فقہاے اُمّت کی راہنمائی کرنا ہے، جس سے اشخاص کی انفرادی حقوق کو محفوظ رکھنے کے ساتھ ساتھ اجتماعی زندگی کو بھی ترتیب دینا ممکن ہوتا ہے۔ اس نظام میں انفرادی مفاد کو اجتماعی مفاد کے ساتھ ملانے کا مقصد ہوتا ہے، اور یہ چیز معاشرتی فضاؤں میں تناسبیت اور برابری کو بڑھاتی ہے۔ اجتماعی مفاد کی پیش نظر رکھتے ہوئے، اندریشہ اور توازن کے ذریعے معاشرتی سکون اور ترقی حاصل ہوتی ہے۔ یہ نظام افراد کو اخلاقی، معاشی، اور سماجی تربیت دینے میں بھی مدد فراہم کرتا ہے تاکہ وہ اپنے انفرادی حقوق کے ساتھ اچھی طرح سے اجتماعی مسئلے میں شامل ہو سکیں۔ اس طرح، یہ نظام امن و سکون کی بنیاد رکھتا ہے اور اجتماعی ترقی کو بڑھانے کا کردار ادا کرتا ہے۔"[4]

معاشرے کے افراد کی دوریوں کی خرابیوں کی تصحیح سیرتِ نبوی میں:

معاشرت میں پائی جانے والی جنگ، جدوجہد، نفرت، اور مشکلات، ہمارے معاشرتی سینے میں بہت بڑے اضطرابات کا باعث بنتی ہیں۔ یہ غمزہ گزر ہے کہ ہماری معاشرت میں ان امور کی فراوانی ہے، جو متنازعہ مسائل پیدا کرتی ہیں اور مختلف گروہوں یا افراد کو ایک دوسرے سے مختلف بنیادوں پر اہم اختلافات میں مبتلا کرتی ہیں۔

اس جدوجہد اور اختلافات کی بنیادوں میں سیاسی، قومی، مذہبی، اور مسلکی انتہائی نفرت اور تشدد پر مبنی باتیں شامل ہوتی ہیں جو معاشرت میں بے چینی اور اضطراب کا باعث بنتی ہیں۔ یہ بے ضرورت گالم گلوچ، لڑائی جھگڑے، اور ایک دوسرے کی خلاف ورزیاں، معاشرت میں سکون و امن کی راہ میں رکاوٹ ڈالتی ہیں اور مختلف حکومتیں اور انگیزشی گروہوں کے درمیان تنازعات پیدا ہوتے ہیں۔ اسلام ہمیں ان مسائل کا حل قرآنی اور سنتی تعلیمات کے

4: جسٹس ڈاکٹر تنزیل الرحمٰن، جرم و سزا کا اسلامی تصور، لاہور، ص120۔

ذریعے بتاتا ہے۔ حضور ﷺ کی سیرت اور ان کی تعلیمات میں لوگوں کے درمیان محبت، امن، اور بھائی چارے کیلئے تعاون کی باتیں ہیں۔ ان کے زمانے میں اختلافات کو سلامتی اور رہائی کے لئے حل کیا گیا اور مسلمانوں کو آپس میں بھائی چارے کیلئے سہولتیں پیدا کرنے کیلئے امور کو ترتیب دینے کا حکم دیا گیا۔

استقبال اور محبت کے ماحول کو بڑھانا، اختلافات کو صلح اور مذاق کے ذریعے حل کرنا اور ہر انسان کو اچھے اخلاقی اصولوں پر عمل کرنے کی ترویج کرنا ہمارے معاشرتی سرکاریں اور افراد کے لئے بہترین راستہ ہے۔ اس سے نہایت اہم ہے کہ ہم اپنے معاشرتی اور سیاسی نظامات میں انصاف اور برابری کی راہوں پر چلیں تاکہ ہر فرد کو اپنے حقوق اور معاشرتی فرصتوں کا اچھا حصہ ملے اور معاشرتی سکون کی بنیاد رکھی جاسکے۔

نبی کریم ﷺ جب کسی صحابی کو کسی جگہ عامل تعینات فرماتے تو اسے ہدایت کرتے کہ:

((بشّروا ولاتنفروا، یسّروا ولاتعسّروا))[5]

ترجمہ:"(لوگوں میں) خوشخبری دینا، متنفر نہ کرنا ۔ (معاملات میں) آسانیاں پیدا کرنا، مشکلات اور (بلاوجہ) دقتیں پیدا نہ کرنا"۔

حضور ﷺ کے اخلاقِ کا ایک خاصہ یہ بھی ہے کہ آپ ﷺ نے ساری عمر کبھی کسی سے جھگڑا نہیں کیا، آپ ﷺ نے فرمایا:

((مَنْ تَرَكَ الْكَذِبَ وَهُوَبَاطِلٌ بُنِيَ لَهُ فِي رَبَضِ الْجَنَّةِ وَ مَنْ تَرَكَ الْمِرَاءَ وَ هُوَ مُحِقٌّ بُنِيَ لَهُ فِي وَ سَطِهَا وَ مَنْ حَسَّنَ خُلُقَه بُنِيَ لَهُ فِي أعْلَاهَا))[6]

ترجمہ:"جس شخص نے باطل (جیسے دنیا کی کسی چیز یا حرام کام کی خاطر) چیز کے لیے جھوٹ بولنا چھوڑ دیا، (تو اس اچھے کام کے بدلے میں) اللہ اس کے لیے جنّت کے کنارے پر محل تیار کرے گا اور جس شخص نے حق پر

---

[5] : القشیری، مسلم ابن الحجاج،الجامع الصحیح للمسلم،کراچی، قدیمی کتب خانه،کتاب الجهادوالسیر،باب فی الامر بالتیسیر وترك التنفیر،ج3،ص1358۔

[6] : ترمذی، محمدبن عیسیٰ، الجامع للترمذی،الجامع المختصرمن السنن عن رسول اللهﷺومعرفة الصحیح والمعلول وماعلیه العمل،دار احیاء التراث العربی،بیروت،کتاب البر و الصلة، باب المراء،ج4،ص358۔

ہونے کے باوجود تنازع سے اجتناب کیا تو اللہ پاک اپنی عظیم جنّت کے درمیان میں اس کے لیے گھر تیار کرے گا اور جس نے (ہر صورت میں) حسن خلق کا مظاہرہ کیا تو اس کے لیے جنت کے بڑے مقام میں گھر تیار کر دیا جائے گا (جس میں وہ ہمیشہ رہیگا)۔"۔

نبی کریم ﷺ نے لوگوں کو ہنسی مذاق کے ذریعے پریشان نہ کرنے اور دوسرے کی خصوصیات یا عیوب پر تنقید کرنے کی ممانعت کی۔ انہوں نے معاشرتی مواقع میں محبت، تعاون، اور ایک دوسرے کی راحت کے لئے معاونت کرنے کو بڑھاوا دیا۔ ان کی تعلیمات میں غمزہ گزری کی اہمیت پر زور دیا گیا، جو لوگوں کو سکھاتا ہے کہ ہمیشہ اچھے اور مثبت رویے کو ترویج دینا چاہئے۔

حضور ﷺ کی سیرت اور تعلیمات ہمیں یہ سکھاتی ہیں کہ اچھے اخلاق، تعاون، اور محبت کے ذریعے معاشرتی مسائلات کا حل ممکن ہے۔ ان کے مثالی زندگی نے لوگوں کو دینی اور دنیاوی معاملات میں شائستہ رویے کی بنیادیں سکھائی ہیں جو زندگی کو بہتر بنانے میں مدد فراہم کرتی ہیں۔ چنانچہ رسول کریمؐ کا ارشاد گرامی ہے کہ:

﴿ لَا يَحِلُّ لِمُسْلِمٍ أَن يُرَوِّعَ مُسْلِمًا ﴾[7]

ترجمہ: "کسی مسلمان کے لیے یہ جائز و حلال نہیں کہ وہ دوسرے سی مسلمان کو مرعوب و پریشان کرے"۔

﴿لَا يَأْخُذَنَّ أَحَدُكُمْ مَتَاعَ أَخِيهِ لَاعِبًا وَلَاجَادًّا﴾[8]

یعنی "آپؐ نے منع فرمایا کہ کسی مؤمن کو پریشان کیا جائے اور اس کا سامان ہنسی میں یا حقیقت میں اُٹھا لیا جائے"۔

---

[7] :السجستانی، ابی داؤد، سلیمان بن اشعث، السنن لابی داؤد، دارالرسالة العالمیه، 1430ھ، کتاب الادب، باب من یاخذ الشیئ علی المزاح، ج7، ص352۔

[8]: ایضا، ج4، ص458۔

روایتوں میں آتا ہے کہ ایک شخص نے دوسرے شخص کا جوتا اُٹھایا اور اسے غائب کر دیا وہ اس سے تفنن و مزاق کر رہا تھا، اس بات کا ذکر رسول اللہ ﷺ کے سامنے کیا گیا تو آپ ﷺ نے اس سے فرمایا:

((لَاتُرَوِّعُوا الْمُسْلِمَ، فَإِنَّ رَوْعَةَ الْمُسْلِمِ، ظُلْمٌ عَظِيمٌ))[9]

ترجمہ: "تم مسلمان کو نہ ڈراؤ، بے شک مسلمان کو ڈرانا بہت بڑا ظلم ہے"۔

حضرت محمد ﷺ نے لوگوں کو مشکلات اور خطرات سے بچنے کیلئے احتیاط اور دوسروں کے حقوق کی پیروی کی راہنمائی دی ہے۔ اسلامی تعلیمات کے مطابق، معاشرتی امن اور بھلائی کی فضا میں رہنے کیلئے احتیاط، مدارا، اور دوسروں کی حفاظت کا خیال رکھنا ضروری ہے۔ فتنے اور بدامنی کی فضا سے بچنے کے لئے اسلامی حکمت عملی میں احتیاط اور مدارا پر مبنی ہے۔ حضرت محمد ﷺ نے اپنی سنت اور تعلیمات کے ذریعے لوگوں کو مشکلات سے بچنے اور مسائل کا حل تلاش کرنے کی راہنمائی دی ہے۔

صبر و تحمل کے معاشرے پہ اثرات سیرتِ نبوی ﷺ سے:

صبر، عفو، درگزر، اور احسان اسلامی تعلیمات کے اہم اصولات ہیں جو غصّے اور اشتعال کی حالتوں میں لوگوں کو راستہ دکھاتے ہیں۔ قرآن اور حضرت محمد ﷺ کی تعلیمات میں صفحہ، معافی، اور دوسروں کے حقوق کا اہتمام کرنے کا زور دیا گیا ہے۔ غصہ اور اشتعال کی حالت میں اہم ہے کہ انسان اپنے اعمال پر کنٹرول رکھے اور اپنے غصے کو صحیح طریقے سے نکالنے کی کوشش کرے۔ قرآن میں صبر کے اہمیت پر زور دیا گیا ہے اور مسلمانوں کو ہر موقع پر صبر کرنے اور اللہ کی رضا کو حاصل کرنے کے لئے ترغیب دی گئی ہے۔

غصہ اور اشتعال کے محرکات کو سد کرنے کے لئے حضرت محمد ﷺ نے انسانوں کو صفحہ، معافی، اور دوسروں کے حقوق کا اہتمام کرنے کی سکھائی ہے۔ انہوں نے اپنی زندگی میں بھی مثال قائم کی ہے کہ کس طرح غصے کے باوجود احسان اور معافی کا راستہ چنا جا سکتا ہے۔ تعلیماتِ اسلام نے لوگوں کو ایک دوسرے کے حقوق کا اہتمام

---

[9]: ایضاً۔

کرنے اور اخلاقی اصولات پر عمل کرنے کی تربیت دی ہے۔ یہ اصولات انسانی معاشرت میں فتنے اور فساد کو روکنے میں مدد فراہم کرتے ہیں اور امن وسکون کی فضاپیدا ہوتی ہے۔

قرآن میں ہے کہ غصے کو قابو میں رکھنے والے اللہ کو بہت محبوب ہیں، چنانچہ ارشاد فرمایا کہ:

﴿والکٰظِمینَ الغَیظَ وَالعافینَ عَنِ النّاسِ واللَّهُ یُحِبُّ المُحسِنینَ﴾[10]

ترجمہ:" اور وہ لوگ جو اپنے غصہ پر قابو رکھتے ہیں اور لوگوں کو معاف کر دیتے ہیں اور اللہ نیکی کرنے والوں کو پسند فرماتا ہے"۔

قرآن مجید اور احادیث میں غصہ اور اشتعال کے بارے میں واضح اشارے موجود ہیں جو بتاتے ہیں کہ انہیں کس طرح سے کنٹرول کیا جاسکتا ہے اور ان کی برابری کی جاسکتی ہے۔ اسی لیے فرمایا کہ:

﴿وَإِمّایَنزَغَنَّكَ مِنَ الشَّیطٰنِ نَزغٌ فَاستَعِذبِاللَّهِ﴾[11]

ترجمہ:"جب شیطان تمہارے دلوں میں اشتعال پیدا کرے تو تم اللہ کی پناہ مانگا کرو"۔

لہذا نبی کریم ﷺ نے اشتعال انگیزی پر قابو پانے اور دشمن کے اس وار کو ناکام بنانے کا حکم فرمایا کہ:

((لَیْسَ الشَّدِیدُبِالصُّرَعَةِ إِنَّمَاالشَّدِیدُ الَّذِي یَمْلِكُ نَفْسَهُ عِنْدَالْغَضَبِ))[12]

ترجمہ:" ایسا شخص پہلوان نہیں ہوتا جو بدلہ لینے میں زیادہ مضبوط ہو بلکہ طاقتور تو وہ شخص ہے جو غصے کے وقت اپنے جزبات پر قابو پائے رکھے"۔

قرآن کریم کہتا ہے کہ اگر تم زیادتی کا بدلہ لینا چاہو تو لے سکتے ہو لیکن اگر تم معاف کر دو تو یہ باعثِ اجر ہو گا، لیکن بدلہ لینے میں بھی تمہیں اس بات کو ملحوظ رکھنا ہو گا کہ:

((وَاِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوْا بِمِثْلِ مَا عُوْقِبْتُمْ بِه))[13]

---

[10] : آل عمران134 : 3 ۔

[11] :الا عراف200 : 7۔

[12] :البخاري، ابوعبدالله محمدبن اسماعیل، الصحیح للبخاری، کتاب الادب، باب الحذرمن الغضب، ج8، ص28۔

[13] :النحل126: 16۔

"اگر تم بدلہ لو تم تو اتنا ہی جتنا تم پر زیادتی کی گئی"۔

اسی طرح فرمایا کہ:

((فَمَنِ اعْتَدٰی عَلَیْکُمْ فَاعْتَدُوْا عَلَیْهِ بِمِثْلِ مَا اعْتَدٰی عَلَیْکُمْ))[14]

ترجمہ: "جس قدر زیادتی تمہارے ساتھ کی گئی ہے، بدلہ اسی قدر لیا جائے"۔

اس سلسلے میں قرآن مجید کا نظریہ یہ ہے کہ:

((ادفَع بالَّتِي هِيَ اَحْسَنُ فَاذا الَّذي بَيْنَكَ وَ بينَه عَداوَةٌ كَانَّه وَلِيٌّ حَمِيْمٌ))[15]

ترجمہ: "برائی کا بدلہ برائی کی صورت میں دینے کے بجائے برائی کو اچھائی اور حسن سلوک سے مٹاؤ، (اس طریق کار کا نتیجہ یہ ہو گا کہ) تمہارا بدترین دشمن بہترین دوست بن جائے گا"، قرآن کریم اس بات کی ضمانت دیتا ہے کہ کسی کی زیادتی پر صبر کرنا اپنے نتیجے کے اعتبار سے بدلہ لینے سے بہتر نتائج پیدا کرے گا،

چنانچہ ارشاد ہے کہ:

﴿اَلَا تُحِبُّوْنَ اَنْ یَّغْفِرَ اللّٰهُ لَکُمْ﴾[16]

ترجمہ: "کیا تم پسند نہیں کرتے کہ (تم لوگوں کو معاف کرو اور) اللہ تمہارے گناہ معاف کر دے"۔

معاشرے میں تکلیف دینے جیسی برائی کا ازالہ سیرتِ نبوی سے:

ہر شخص جانتا ہے کہ جب انسانی حیات کی قدرتی حفاظت نہ ہو، اور نہ ہی اس کی قدرتی حرمت بچائی جائے، تو چند افراد کسی مشترکہ مصلحت، کاروبار یا دیگر امور میں خوبصورت تعاملات کر سکتے ہیں۔ یہاں تک کہ ہر شخص کو اپنی مختلف ضروریات میں امن، تعلیم، سیر و سیاحت اور معاشرتی زندگی گزارنے کا حق ہوتا ہے۔ اسلئے اگر انسانیت کی

---

[14] :البقرة194 : 2۔

[15] :حم السجدہ34 : 32۔

[16] :النور 22: 24 ۔

نظر سے دیکھا جائے تو ضروریات زندگی کو تشویش فراہم کرنا، یا کسی کو زندگی سے محروم کرنا، بے شک بڑترین انسانی بدی ہے۔

دنیا بھر کے سیاسی قوانین صرف قانونی سزا اور قوت کی مدد سے حیات انسانی کی حفاظت فراہم کرتے ہیں، لیکن ایک حقیقی مذہبی روشنی کی طرف رہنمائی کرنے والے اصل مذہب کا کام یہ ہوتا ہے کہ دلوں میں انسانی حیثیت اور قدرت کی صحیح قدر و قیمت کو جاگہ دی جائے۔یہاں پہلا اور بنیادی حق زندہ رہنے کا ہوتا ہے، اور اس کے بعد دوسرے حقوق آتے ہیں جو انسان کو ایک متمدن زندگی گزارنے کا مواقع دیتے ہیں۔ اسلئے، اگر زندگی کی ضروریات سے محرومی کو دلوں میں درست قدر کیا جائے تو انسانیت کے تمدن میں بہتری آسکتی ہے۔

یہاں تک کہ انسانوں کو اپنے آپ کو اور دوسرے لوگوں کو محترمانہ سلسلے میں رہ کر اپنی زندگی گزارنے کا حق ہے، یہ سچا انسانیت کی بنیادی قیمتوں کا اظہار کرتا ہے۔ ہر انسان کا احترام اور امن زندگی گزارنے کا حق ہوتا ہے، اور یہ اصل مذہبی اقداریں انسانوں کو متفقہ قیمتوں اور اخلاقی اصولات کے مطابق چلنے کے لئے راہنمائی فراہم کرتی ہیں۔

اس طرح، اگر انسانیت کی حقیقی قدر و قیمت کو قبول کیا جائے اور اس پر عمل کیا جائے، تو ایک امن اور متحد جماعت بنا سکتی ہے جو ایک دوسرے کی مدد کرتی ہے اور مشکلات کا حل تلاشتی ہے۔ اس سے زندگی میں خوشیاں اور بہتری آسکتی ہیں جو ایک متمدن اور امن زندگی کی جانب بڑھنے میں مدد فراہم ہوتی ہے۔

احترامِ انسانیت کیلئے سیرتِ نبوی ﷺ سے استفادہ:

استوار رہنمائی اور مختلف پہلوؤں سے بھرپور احترام اور مدد کرنے کی تعلیمات قرآن کریم میں واضح طور پر آئی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے انسانیت کو ایک دوسرے کے ساتھ رحم دلی، محبت، احترام اور تواضع کے ساتھ برتنے کا حکم دیا ہے۔

چنانچہ ارشاد ہے کہ:

﴿مَن قَتَلَ نَفْسًا بِغَيْرِنَفْسٍ أَوْ فَسَادٍ فِي الْأَرْضِ فَكَأَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيعًا وَمَنْ أَحْيَاهَا فَكَأَنَّمَا أَحْيَا النَّاسَ جَمِيعًا وَلَقَدْ جَاءَتْهُمْ رُسُلُنَا بِالْبَيِّنَاتِ ثُمَّ إِنَّ كَثِيرًا مِنْهُمْ بَعْدَ ذَلِكَ فِي الْأَرْضِ لَمُسْرِفُونَ﴾[17]

ترجمہ: "جو کوئی کسی کی جان لے بغیر اس کے کہ اس نے کسی کی جان لی ہو یا زمین میں فساد کیا ہو تو گویا اس نے تمام انسانوں کا خون کیا اور جس نے کسی کی جان بچائی تو گویا اس نے تمام انسانوں کی جان بچائی"۔

حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ:

((لن يزال المؤمن في فسحة من دينه مالم يصب دماحراما)) [18]

ترجمہ: "مومن اپنے دین کی وسعت میں اس وقت تک برابر رہتا ہے جب تک وہ کسی حرام خون کو نہیں بہاتا"۔

قانون کی علمداری کی سیرتِ نبوی ﷺ میں اہمیت:

یہ مسلسل ہماری تاریخ میں ہے کہ مال ومتاع اور جاہ وحشم کو عزت کے نظریے سے دیکھتے رہتے ہیں، جب کہ قانون کی عملداری مختصر ہوتی ہے، خصوصاً غریب اور مفلس کے لئے۔ صاحب منصب کی چیز یہ ہے کہ وہ اپنے رشتہ داروں اور قریبی ساتھیوں کو اہمیت دے اور ان کی سفارشوں پر عمل کرے، چاہے ان میں لیاقت ہو یا نہ ہو۔ اگر لیاقت ہو تو یہ بہترین ہے، لیکن نالائق لوگوں کو عہد دینا اس بنا پر کہ وہ قائد اور حاکم کے رشتہ دار اور اس کے قریبی ہیں اور انہیں میں بیت المال تقسیم کرکے ان میں اور دوسرے لوگوں میں فرق کرنا یہ زیادتی ہے اور تاریخ گواہ ہے کہ جس نے بھی ایسا کیا، وہ دنیا میں ذلیل ہوتے دیکھا گیا۔

اس جگہ یہ وضاحت بھی ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس وقت تک انسانی خون کی حرمت ہے جب تک اس پر حق نہ لاگو ہو، اسے زندگی گزارنے کے سب حقوق حاصل ہیں جب تک وہ حدود سے تجاوز نہ کر

---

[17] : المائدۃ32: 5۔

[18] :البخاري، ابوعبدالله محمدبن اسماعيل، الجامع الصحيح للبخاری،كتاب الديات،باب قول الله تعالىٰ ومن يقتل مؤمنا متعمدا فجزاؤه جهنم،ج9،ص2۔

ے، جیسے ہی وہ حدود سے باہر نکلا اور زمین پر فساد و انتشار کا باعث بنا اسے سزا کا دیا جانا فرض عین ہے تا کہ ایک متوازن معاشرے کی تشکیل ہو۔

لہذا اس سلسلے میں ارشاد فرمایا ہے کہ:

"اتشفع فی حدمن حدودالله ثم قام فاختطب فقال یاایهاالناس انما هلك الذین قبلكم انهم كانوا اذاسرق منهم الشریف تركوه واذاسرق فیهم الضعیف اقاموا علیه الحدود، والله لوان فاطمة بنت محمدسرقت لقطعت یدها"[19]

ترجمہ: "کیا تم اللہ کی حدود میں سفارش کر رہے ہو؟ پھر کھڑے ہو کر خطبہ ارشاد فرمایا: اے لوگو! بے شک تم سے پہلے لوگ اس لئے ہلاک ہوئے کہ جب ان میں سے کوئی معزز چوری کرتا تو اسے چھوڑ دیتے اور جب کوئی نادار چوری کرتا تو اس پر حد قائم کرتے اللہ کی قسم اگر میری بیٹی فاطمہ بھی چوری کرتی تو میں ضرور اس کے ہاتھ کاٹتا"۔

صاحب منصب کی خاصیت و ذمہ داری میں سب سے اہم بات یہ ہے کہ انہیں ناجائز سفارش اور اقرباء پروری سے پرہیز کرنا چاہیے۔ یہ ایک بہت اہم اصول ہے جو ایک عادل اور مصلحت مند حکومت کی بنیاد ہوتا ہے۔ انہیں چاہیے کہ اپنے رشتہ داروں، دوستوں اور حتیٰ اقرباء کو بھی عام افراد جو قابل اور اہل ہوں، انہیں ترجیح دیں۔ ان کا معاشرتی اور سیاسی اثرات میں اہم کردار ہوتا ہے۔

معاشرے میں اخوت کی بنیاد:

نبی کریم ﷺ کا تعلیماتی نظام عدالت، امن، اور اخوت کی بنیادوں پر مبنی تھا۔ انہوں نے عرب میں مختلف قبائل اور زبانوں کے لوگوں کو ایک ہمت و مصلحت کی بنیاد پر ملانے کا کام کیا۔ ان کی مثالی رہائیت و آزادی، اخلاقی اور انسانی حقوق کا معاشرتی نظام، اور برادری اور تعاون کا آدمیوں کے درمیان ایک دوسرے سے محبت بھرا

[19] :ایضا،باب من انتظر حتی تدفن، ج4،ص175۔

مواقع فراہم کرنا، سب کچھ اہم تعلیمات ہیں جو انہوں نے اپنی زندگی میں اور قرآن و سنت کی تعلیمات میں مستند کیں۔

اسلام میں جنس، رنگ، مذہب، اور زبان کی بنیاد پر عصبیت اور اختلافات کو رد کیا گیا ہے۔ انسانیت کی ایک بڑی خصوصیت یہ ہے کہ ہم سب ایک ہی آب و ہوا میں پیدا ہوئے ہیں اور ہمیں ایک ہی نسل کے آدمیوں کا حسین سلسلہ ملتا ہے۔ اسلام میں ہمیں سکھایا گیا ہے کہ ہمیں ایک دوسرے کے ساتھ محبت، احترام، اور تعاون کا سلسلہ بنانا چاہئے اور ہمیشہ ایک دوسرے کی مدد میں کھڑے رہنا چاہئے۔

ایک شخص نے حضورؐ سے دریافت کیا کہ:

((یارسول اللہ ﷺ!أمن العصبية أن يحب الرجل قومه؟قال:لا،ولكن من العصبيةأن ينصرالرجلُ قومَه على الظلم))[20]

ترجمہ:" اے اللہ کے رسول ﷺ ایک شخص اپنی قوم سے محبت رکھتا ہے تو کیا یہ عصبیت سے شمار ہوتی ہے، تو آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ نہیں، لیکن عصبیت یہ ہے کہ کوئی شخص اپنی قوم کی مدد اسکے ظلم کے باوجود کرتا ہے"۔

حضور ﷺ نے اپنے تعلیمات اور سلوک سے بیان کیا کہ انسانیت میں بڑھتی ہوئی عصبیت، گروہی تشخیص، اور دیگر ذاتی مفادات کی بنا پر مبنی گروہی سیاست سے گریز کرنا چاہئے۔ حضور ﷺ نے زندگی میں اپنی آدمیوں کے ساتھ محبت، احترام، اور مدد میں مشغول رہنے کی ترویج کی۔ انہوں نے قوموں اور گروہوں کے درمیان یکسانیت اور عدالت کی باتیں کی، اور اپنی آمریت میں ہر قسم کے عصبیت اور جتھے بندی کی مختلف صورتوں کو ناپسند قرار دیا۔

حضورؐ کا ارشاد ہے کہ:

((لیس منا من دعاالیٰ عصبية و ليس منامن قاتل عصبية و ليس منا من مات علىٰ عصبية))[21]

---

[20]الخطيب العمرى،ولى الدين محمدبن عبدالله،مشكواةالمصابيح، مكتبه رشيديه، كوئٹه، كتاب العصبيه، ج2، ص432۔

[21] السجستانى، ابوداؤدسليمان ابن اشعث،سنن ابوداؤد،كتاب الادب، باب فى العصبية، ج2، ص357۔

ترجمہ:"وہ شخص ہر گز ہم میں سے نہیں ہو سکتا جو عصبیت کی دعوت دے اور وہ بھی ہم میں سے نہیں جو عصبیت کی بنیاد پر جنگ کریگا اور ہم میں سے وہ بھی نہیں جو عصبیت کی حالت میں مرے گا"۔

قرآن کریم میں مختلف جرائم کا ذکر ان کی خرابیوں کے سیاق وسباق میں بیان کر کے اُن کی برائی ہمارے ذہن نشین کرواتا ہے۔ مثلاً قتل نفس کا ذکر اس انداز سے کیا ہے کہ:

﴿مَن قَتَلَ نَفسًابِغَيرِ نَفسٍ أَوفَسادٍفِي الأَرضِ فَكَأَنَّما قَتَلَ النّاسَ جَميعًا﴾[22]

ترجمہ:"جس نے کسی جان کو بغیر حق کے قتل کیا تو اس نے گویا پوری انسانیت کو قتل کر ڈالا"۔

حضور ﷺ نے اپنے تعلیمات اور سلوک سے بیان کیا کہ انسانیت میں بڑھتی ہوئی عصبیت، گروہی تشخیص، اور دیگر ذاتی مفادات کی بنا پر مبنی گروہی سیاست سے گریز کرنا چاہئے۔ حضور ﷺ نے زندگی میں اپنی آدمیوں کے ساتھ محبت، احترام، اور مدد میں مشغول رہنے کی ترویج کی۔ انہوں نے قوموں اور گروہوں کے درمیان یکسانیت اور عدالت کی باتیں کی، اور اپنی آمریت میں ہر قسم کے عصبیت اور جتھے بندی کی مختلف صورتوں کو ناپسند قرار دیا۔

اسلامی تعلیمات کے مطابق، آدمیوں کا ایک دوسرے کے ساتھ موافقت، احترام، اور تعاون کا مشترکہ سلسلہ قائم کرنا ضروری ہے۔ انسانیت میں بڑھتی ہوئی تعلیمات اور اخلاقی اصولوں کے تطبیق سے ہمیں چاہئے کہ ہم ایک دوسرے کے ساتھ برابری اور عدل کے اصولوں پر عمل کریں اور ذاتی مفادات کی بنا پر نہیں بلکہ معاشرتی مصلحتوں اور انصاف پر مبنی سوچوں کو فراہم کریں۔ ایسے تعلیمات اور اصولوں سے نا صرف ایک متعادل اور سلامتی بھرا معاشرتی نظام بن سکتا ہے بلکہ اس سے عالمی سطح پر بھی دنیا کو امن وسلامتی حاصل ہو سکتی ہے۔

آپ کا مشاہدہ صحیح ہے کہ انتقامی قتل ایک بے نچوڑ سلسلے کا باعث بن سکتا ہے، جس میں خاندانی تعصبات اور دشمنیاں ملکر بڑھتی ہیں۔ اسلامی تعلیمات میں انتقام کی حدود کو مشخص کرنے اور اسے متوازن رکھنے کی بات کی گئی

[22] المائدۃ5:32۔

ہے۔ اسلام میں انتقام لینے کے لئے مخصوص حدود اور ضوابط واضح طور پر بیان کیے گئے ہیں تاکہ یہ سلسلہ بے قرار رہے اور بے نچوڑ سے بچا جاسکے۔ حضرت محمد ﷺ کی زندگی میں بھی مختلف مواقع پر انتقام کیلئے موقع پیش ہوتا، لیکن حضور ﷺ نے ہمیشہ اسلامی اصولوں اور انصاف کے پرچم تلے عمل کیا اور انتقام کو ترک کیا۔

بہتر معاشرے کی تشکیل میں حسنِ ظن کی اہمیت:

حقیقت میں، حسن ظن ایک بڑی اور اہم اخلاقی اصول ہے جو افراد کے درمیان محبت، امن، اور موثر مواصلات کو فراہم کرتا ہے۔ یہ اصول دینی اور اخلاقی تعلیمات میں بھی بار بار زور دیا گیا ہے۔

حسن ظن کا اصول یہ ہے کہ ہمیں دوسرے لوگوں کی نیک نیتیوں کو سمجھا جائے اور ان پر اثقال ڈالا جائے، جبکہ ایسا کرنے سے ہماری خود بھی زندگی میں سکون اور خوشیاں بڑھتی ہیں۔ اس اصول کو عمل میں لانا اہم ہے تاکہ معاشرتی ماحول میں خیرات اور بھلائے کا خلاقی اجتماعی راستہ بنے۔ اگر ہم خود کسی شخص یا جماعت کے بارے میں حسن ظن رکھتے ہیں تو یہ ہمارے رد عمل، ان کے ساتھ تعاون، اور اچھے مواقف اتارنے میں مدد فراہم کرتا ہے۔ یہ اہم ہے کہ ہم اپنے دیگر مسلمان بھائیوں اور خواتین کے ساتھ بھی حسن ظن رکھیں اور ایک دوسرے کے حقوق کو پسند کریں تاکہ محبت، امن، اور ہم آہنگی بڑھ سکے۔

اس اصول کو عمل میں لانے سے ہمیں زندگی میں بہترین معاشرتی اور اجتماعی معاشرت ملتی ہے، جہاں ہر شخص کو اپنے حقوق اور عزت کا ادراک ہوتا ہے اور لوگ ایک دوسرے کی مدد کرتے ہیں تاکہ ایک محبت بھرا ماحول بنا رہے۔

چنانچہ حضرت ابوھریرہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ:

((یقول اللہ:اناعندظن عبدی بی، وانامعہ اذا دعانی))[23]

---

[23] المتقی، علاوالدین علی بن حسام الدین الھندی،کنزالعمال فی سنن الاقوال والافعال، کتاب الاخلاق، باب الاول فی الاخلاق والافعال،الفصل الثانی فی تعدید الاخلاق المحمودۃ،ج3،ص134۔

ترجمہ: "اللہ سبحانہ وتعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں اپنے بندے کے میرے متعلق گمان کے ساتھ ہوتا ہوں اور میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں جب وہ مجھے پکارتا ہے"۔

دینی علماء اور مشائخ کرام کو ہمیشہ اپنے تعلیمات اور رہنمائیوں میں اسے اہمیت دینے پر تاکید ہوتی ہے۔ حسن ظن کا اصول ایک محبت بھرے اور متفقہ ماحول کی بنیاد رکھتا ہے جہاں افراد ایک دوسرے کو اپنا دوست مانتے ہیں اور ہر ایک کا اچھا چاہنے کا ارادہ ہوتا ہے۔ علماء اور مشائخ کا حسن ظن سے کام لینا اہم ہے تاکہ ان کے تعلیمات اور راہنمائیوں میں محبت اور اتحاد بڑھے۔ یہ ان کے شاگردوں کو محبت، احترام اور اخوت کے ساتھ دیگر مسلمانوں کے ساتھ رفتار کرنے کی سیکھ دیتا ہے۔

اس پر روشنی ڈالتے ہوئے حضرت سفیان بیان کرتے ہیں کہ:

((الظن ظنان فظن إثم وظن ليس بإثم فأما الظن الذي هوإثم فالذي يظن ظنا ويتكلم به وأماالظن الذي ليس بإثم فالذي يظن ولايتكلم به))[24]

ترجمہ: "بدگمانی دو طرح کی ہوتی ہے، ایک بدگمانی گناہ ہے اور دوسری گناہ نہیں، جو بدگمانی گناہ ہے وہ یہ ہے کہ کوئی بدگمان بھی رہے اور اس کا پروپیگنڈہ بھی کرے اور جو بدگمانی گناہ نہیں ہے وہ یہ ہے کہ کسی سے بدگمان تو رہے لیکن اس کا پروپیگنڈہ نہ کرے"۔

ہمیں اپنے دوستوں اور رشتہ داروں کے ساتھ حسن ظن کا عملی طور پر اطلاق کرنا ہوگا۔ ہمیں یہ یقین کرنا چاہئے کہ ہم اپنے احباب کے عیوبوں کو حسن ظن سے دیکھتے ہیں اور ان کی محنت اور محبت کو قدر کرتے ہیں۔ براہ کرم، ہمیں اپنے دشمنوں کے بارے میں بھی حسن ظن رکھنا چاہئے اور ان کی محاسن کو بھی دیکھنا چاہئے۔ بڑے حسن ظن کے ساتھ، ہم مختلف اختلافات اور مشکلات کو حل کرنے میں مدد فراہم کرسکتے ہیں اور معاشرتی ہم آہنگی، صلح و

[24] : ترمذی، محمد بن عیسیٰ بن سورہ، الجامع للترمذی، کتاب البروالصلة، باب ماجاء فی ظن السوء، ج4، ص356۔

مصالحت، اتفاق و اتحاد کی راہوں کو بھی بنا سکتے ہیں۔ حسن ظن کا امتیاز، دینی اور دنیوی ہر میدان میں فردوں اور جماعتوں کو ترقی اور فلاح کی طرف لے جاتا ہے۔

اللہ رب العزت ارشاد فرماتا ہے کہ:

﴿ یاایھا الذین آمنوا اجتنبواکثیرا من الظن ان بعض الظن اثم﴾[25]

ترجمہ: "اے ایمان والوں! بدگمانی مت کرو، بلاشبہ بعض گمان، گناہ ہیں"۔

بدگمانی سے بچنے کا واضح مطلب ہے کہ ہمیں خود پر حسنِ ظن بنائے رکھنا چاہئے۔ اگر ہم اپنے اندری اور باہری دنیا کو مثبت نگاہ سے دیکھیں اور دوسروں کو بھی حسن ظن سے نوازیں، تو ہم انتشار و اختلافات کو روک سکتے ہیں اور ایک صحیح اور صالح معاشرت بنا سکتے ہیں۔

ہمارے دینی اور دنیوی ذمہ داریوں کا اہتمام بھی حسن ظن کے ساتھ کرنا چاہئے۔ اگر ہم اپنے نفس کا تزکیہ کریں اور معاشرتی امور میں صالح تعمیر و تشکیل دیں تو ہماری عبادتوں میں بھی حسن و نکھار نمودار ہو گا۔

ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ ارشاد فرماتے ہیں کہ:

"حسن الظن من حسن العبادة"[26]

ترجمہ: "حسنِ ظن عبادات میں سے ایک بہترین عبات ہے"۔

برائی کے اسباب کا تدارک:

یہ اسلامی شریعت کا مزاج ہے کہ وہ ان اسباب کا بھی تدارک کرتی ہے جو کسی خرابی کا سبب بنتے ہیں۔ حضرت محمد ﷺ نے مسلمانوں کو ہدایت دی ہے کہ اگر کوئی کسی چیز سے دوسرے کو تکلیف پہنچانے کا امکان ہو تو اسے راستہ چھوڑ دینا چاہئے۔ ایک مثال میں، ایک پتھر ہٹانے یا درخت کی ٹہنی ہٹانے جیسے چھوٹے عمل کو ایک اہم سبق میں تبدیل کر دیا گیا ہے۔ یہ اظہارِ محبت اور امن کا طریقہ ہے۔ ایک اور روایت میں، راستے میں کانٹا ہٹانے پر

---

[25] : الحجرات12: 49۔

[26] : السجستانی، ابوداؤدسلیمان ابن اشعث،سنن ابوداؤد، کتاب الادب، باب فی حسن الظن، ج4،ص455۔

انسان کو مغفرت کی خبر دی گئی ہے۔ یہ سکھاتا ہے کہ اگر ہم کسی کو غیر ارادی طور پر تکلیف دیکھتے ہیں، تو ہمیں اسے دور کرنا چاہئے اور مغفرت کی طلب میں مصروف ہونا چاہئے۔

اسلام یہ بھی بتاتا ہے کہ ایک مسلمان کسی دوسرے مسلمان کو بے ارادہ طور پر نقصان پہنچانے سے باز رہے۔ اس میں دوسرے شخص کی نیت کا حساب نہیں رکھا گیا، بلکہ انسانیت اور معاشرتی صلح کی بنیادوں پر امکانات ہیں۔ یہ بات اندازہ کرنے کا طریقہ بھی بیان کرتا ہے کہ اگر کوئی نقصان پیدا ہوتا ہے تو ہمیں خود کو ہتمامہ کرنا چاہئے تاکہ دوسرے مسلمانوں کو اذیت نہ ہو۔

اس مضمون میں دینی اصولوں کو مد نظر رکھتے ہوئے، حسن تعلقات کو بڑھانے اور تعاونی جماعتی زندگی کو فروغ دینے کا مطالبہ کیا گیا ہے۔

اسی طرح نبی کریم ﷺ نے ننگی تلوار لے کر چلنے سے بھی روکا ہے:

((نَهَى رَسُولُ اللهﷺ أَنْ يُتَعَاطَى السَّيْفُ مَسْلُولًا))[27]

ترجمہ: "نبی ﷺ نے کسی کو ننگی تلوار دینے (پکڑانے) سے روکا (کہ کہیں اس کو اچانک لگ نہ جائے)"۔

اسیطرح ایک آدمی تیر لیکر جب مسجد میں داخل ہوا تو آپؐ نے فرمایا کہ انہیں پیکانوں سے پکڑ لو۔ دوسری حدیث میں وضاحت ہے کہ پیکانوں سے پکڑ لو ایسا نہ ہو کہ کسی کو لگ جائے۔

ابو موسیٰ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ:

"والله مامتنا حتى سددناها بعضافي وجوه بعض"[28]

ترجمہ: "خدا کی قسم! ہم نہیں مرے اس کے بعد کہ ہم نے تیر دوسروں کے منہ پر ہی مارا۔ یعنی تیر چلایا تو جنگ کے دوران ہی چلایا"۔

---

[27] : ایضا، کتاب الجهاد، باب فی النهی ای یتعاطی السیف مسلولاً، ج2، ص336۔

[28] : القشیری، مسلم ابن الحجاج ، ابولحسین ،الجامع الصحیح للمسلم، کتاب البرؤالصلة والاداب، باب أمر من مر بسلاح في مسجد أو سوق أو غيرهمامن المواضع الجامعة للناس أن يمسك بنصالها، ج4، ص2019۔

بے احتیاطی کی مختلف عملی شکلیں ہمیں دکھاتی ہیں کہ بے احتیاطی سے بندوق صاف کرنے میں حوادث رونما ہوتے ہیں، جیسا کہ گولی لگنا یا اندھی گولی کی صورت میں جان گنوا دینا۔ اگر شہریوں میں باشعوری ہوتی ہے تو ہمیں یہ سمجھنا چاہیے کہ خوشی کا اظہار کرتے وقت بھی ہمیشہ محتاط رہنا ضروری ہے۔ بدقسمتی سے، بعض اوقات ہوشیاری کے عدم سے مختلف مواقع پر حادثات رونما ہوتے ہیں۔ بشریت نے اس طرح کے حوادث کا شکار ہونے والوں کو دیکھا ہے جو خوشی اور جشن کے دنوں میں بھی بے احتیاطی سے جان گنوا چکے ہیں۔

مذکورہ بالا حوادث کا زیادہ تر اثر اس وقت ہوتا ہے جب لوگ بے احتیاطی سے اسلحہ یا آتش بازی استعمال کرتے ہیں۔ اسلام میں اسلحہ کی نمائش کو ناپسند قرار دی گئی ہے اور حکومتوں کو اس کی مدیریت میں محدودیتیں لگانے کا حکم ہے۔

یہ سب اہم اصولات اور ہدایات بتاتے ہیں کہ بے احتیاطی سے ہونے والی حوادث کا اثر کم کیا جاسکتا ہے اور لوگوں کو ہوشیاری اور محتاطی سے ہر قسم کی خوشیوں کا اظہار کرنا چاہئے۔ اسلامی تعلیمات میں بھی یہ اصولات اہمیت حاصل ہے اور حکومتوں کو اسلحہ کی استعمال میں پابندیاں لگانے کی ضرورت ہے تاکہ بے احتیاطی سے ہونے والے حوادث کو کم کیا جاسکے اور لوگ بے خوف اور خوشیوں کے مواقع کا لطف اٹھا سکیں۔

خلاصہ بحث:

مل جل کر زندگی گزارتے ہوئے لوگوں کے درمیان اختلافات کا پیدا ہونا ایک حقیقت ہے جو انسانیت کی حیثیت میں موجود ہے۔ نبی کریم ﷺ نے اس حقیقت کو مد نظر رکھتے ہوئے اختلافات کے حل کی راہیں بتائی ہیں جو معاشرتی سکون اور بھائی چارہ رہنمائی کرتی ہیں۔

اختلافات کی صورت میں اہم ہے کہ لوگ صبر اور تحمل کا زیر اہتمام رکھیں اور عدل وانصاف کی راہوں پر چلیں۔ نبی کریم ﷺ نے علماء وسلطان کو اختلافات کے حل میں شرکت کرنے اور صلح کی مدد کرنے کی ترغیب دی ہے۔ اسلامی تعلیمات کے مطابق، اگر کوئی اختلاف پیدا ہوتا ہے تو صرف اس لئے نہیں کہ دونوں طرفین کے درمیان بے اعتدالی ہوتی ہے، بلکہ شریعت اسلامیہ میں اختلافات کو حل کرنے کی خاص میثاقیں بھی موجود

ہیں۔ اختلافات کے حل میں جھوٹ بولنا ممنوع ہے، مگر صلح کی راہوں میں آمنہ دانائی اور مفاہمت کے لئے جھوٹ بولنے میں بھی اجازت ہے۔ اسلامی تعلیمات میں اختلافات کو پر ہیز گاری سے حل کرنے اور برابری اور انصاف کے اصولوں کے مطابق چلنے کی سفارش کی گئی ہے۔

شریعت اسلامیہ میں اختلافات کی اشد ممنوعیت اور صلح کے لئے ہر طرف کو اپنی قدرتی اختیارات کا استعمال کرنے کا حکم ہے۔ اختلافات کو ختم کرنے کے لئے دعا، صداقت، ایثار اور محبت کے اصولوں پر عمل کرنا اہم ہے۔ اسلامی تعلیمات کے تحت، اختلافات کا حل صرف چاہتے ہوئے ہی نہیں بلکہ غیرت کے ساتھ اور معاشرتی امن و امان کی راہ میں بھی ممکن ہے۔ اسلامی تعلیمات کے روشن میں، اختلافات کو ہوشیاری اور بہترین طریقے سے حل کرنا ہر شخص کی ذمہ داری ہے تاکہ معاشرتی برابری، امن و امان، اور محبت برقرار رہے۔

ہمارے عدالتی نظام کا حالت انتہائی ناقابل قبول ہے، جہاں لوگوں کی شکایتیں سالوں تک پر حکومت کا کوئی فیصلہ نہیں ہوتا۔ اس نظام میں انصاف کا خیال بہترین حالت میں بھی موجود نہیں ہے اور ریاستیں بھی انصاف کو ترجیح نہیں دیتیں۔ عدالتوں میں چلنے والے معمولی کیسز سے لوگ تنازعے میں پھنس کر نفسیاتی بیماریوں کا شکار ہوتے ہیں، جو اکثر اپنی حیات کا سبب بن جاتا ہے۔ اہم معاملات کا حل ہوتا ہوا بھی فیصلہ نہیں ہوتا، جس سے لوگ خود ہی عدلیہ کا راستہ اپناتے ہیں اور ایک قتل سے دوسرے قتل کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے۔

اگر ہم انصاف کی راہ میں کچھ کرنا چاہتے ہیں تو ہمیں ایک میڈیا چینل فراہم کرنا چاہئے، جہاں لوگ بے خوف اپنی بات رکھ سکیں اور اپنی مشکلات اجاگر کریں۔ ایسا چینل لوگوں کو صحیح راستے پر لے کر، ان کی مشکلات کا حل کرنے کا موہب بن سکتا ہے اور غیر قانونی چالاکیوں کو روکنے میں مدد فراہم کر سکتا ہے۔

ہمیں اسلامی تعلیمات کے مطابق بے لاگ عدل و انصاف کا اہتمام کرنا چاہئے تاکہ ہر فرد کو اپنے حق کا حق ملے اور معاشرہ امن و سکون کا حافظ بن سکے۔ اس سے لوگوں میں مزید الجھنوں کی کمی ہوگی اور معاشرتی ترقی اور امن بڑھے گا۔

امر بالمعروف "اور "نہی عن المنکر "اسلامی تعلیمات میں اہم اصولات ہیں جو ایک فرد کو بھلائی کی طرف بلانے اور برائی سے روکنے کا کام کرتے ہیں۔ حضرت محمد ﷺ کی زندگی ان اصولات کی مثالوں سے بھرپور ہے اور انہوں نے اپنی "حیاتِ طیبہ "میں ہر حالت میں انصار و مواقع پر ان اصولات کی عملی تعلیمات دی ہیں۔

عہدِ نبوی میں احتساب کی وجہ سے انسانی سماج پر کنٹرول:

آپ ﷺ نے احتساب کی وجہ سے انسانی سماج پر کنٹرول رکھا جا سکتا ہے اور اس پر مؤثر عمل ہی کی بنا پر تمام انسانیت اپنی مقررہ اخلاقی، دینی، مذہبی اور قانونی پابندیوں سے تجاوز نہیں کر سکتی۔ آپ ﷺ نے دیانت داری، عفو و درگزر، شفقت، اور باہمی مشاورت کی تلقین فرمائی ہے تاکہ احتساب کی پیشگوئی میں انصاف اور برابری کا مظاہرہ ہو۔ دوسری طرف، آپ ﷺ نے کسی جان کا حق مارنا، ہر قسم کی بدکاری و فاحشی، دھوکہ دہی، اور مکر و فریب جیسی برائیوں سے منع کیا ہے تاکہ معاشرہ ہر قسم کی خرابیوں سے دور رہے۔ انسانوں کو ایک دوسرے کے حقوق کا احترام کرنے، ایک دوسرے کی مدد کرنے، اور پسماندہ مدد کرنے کی ترویج کی گئی ہے تاکہ یکسر دوسرے کی معاونت کریں اور ایک دوسرے کے ساتھ اچھے تعلقات بنائیں۔

کسی بھی معاشرتی نظام میں احتساب کا کرنا اہم ہے تاکہ افراد اپنے اعمال کا مسئول ہوں اور معاشرتی قوانین اور قیمتوں کا احترام کریں۔ احتساب کی بنا پر افراد میں دینت داری، ایمانداری، اور ذمہ داری کی بڑھتی ہوئی محسوس ہوتی ہے۔ اس کے ذریعے معاشرتی بے قانونی اور ناانصاف عناصر کو روکا جا سکتا ہے اور عوام کو حقوق اور حقائق کا مظاہرہ ہوتا ہے۔ اسلامی تعلیمات کے مطابق، احتساب ایک معاشرتی نظام میں انصاف اور برابری کی بنیاد ہوتا ہے اور اس سے فساد اور ظلم کا خاتمہ ہوتا ہے۔

عہدِ نبوی میں اس کے مختلف انداز نظر آتے ہیں ان میں سے چند کا ذکر کیا جا رہا ہے۔

1)۔۔عہدِ نبوی میں سرکاری ملازمین کی نگرانی:

جی ہاں، آپ ﷺ کی زندگی میں سرکاری عمل کرنے والوں کی نگرانی کا طریقہ واضح ہے۔ آپ ﷺ نے صحابہ کرام کو مختلف کاموں کی ذمہ داریاں سونپیں اور انہیں اپنی نگرانی میں رکھا۔ آپ ﷺ نے کسی بھی شخص کو

کسی کام کے لئے متعین کرنے سے پہلے ان کی ذہانت، قابلیت، اور اہلیت کا جائزہ لیا اور اپنے عمال کاروں کو ترغیب دی کہ وہ لوگوں کے لئے آسانیاں پیدا کریں اور اچھی خدمات فراہم کریں۔

عمال اور نگرانوں کے جواب دہی کے بارے میں فرمایا:

"كلكم راع فمسؤول عن رعيته،فالأمير الذي على الناس راع وهو مسؤول عنهم،والرجل راع على أهل بيته وهو مسؤول عنهم، والمرأة راعية على بيت بعلها وولدها وهي مسؤولة عنهم،والعبد راع على مال سيده وهو مسؤول عنه، ألا فكلكم راع وكلكم مسؤول عن رعيته"[29]

ترجمہ:"تم میں سے ہر ایک کو نگران بنایا گیا ہے اور ہر ایک سے اس کی ذمہ داریوں کے بارے میں پوچھا جائے گا۔ مسلمانوں کا سربراہ (حکمران) بھی ذمہ دار ہے اور وہ اپنی رعایہ کے بارے میں جواب دہ ہے اور اسی طرح آدمی اپنے گھر والوں کا نگران ہے۔ اور اس سے بھی اپنی رعیت کے بارے میں پوچھا جائیگا۔ اور عورت اپنے خاوند کے گھر والوں اور اس کی اولاد کی نگران ہے، اور وہ اس حوالے سے جوابدہ ہے۔ آدمی کا غلام یا نوکر اپنے مالک و آقا کے مال کا نگہبان ہے، اس سے اس کے بارے میں پوچھ گچھ ہوگی۔ پس خبردار رہو کہ تم سب میں سے ہر ایک نگران ہے ۔اور ہر ایک سے اس کی ذمہ داریوں کے متعلق باز پرس ہوگی۔"

آپ ﷺ کی حدیث میں آتا ہے کہ سرکاری کاموں میں محنت کرنے والوں کو معاونت فراہم کرنا اور ان کی نگرانی کرنا ہمیشہ درست ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ، آپ ﷺ نے صحابہ کو اموال کی تقسیم میں شفافیت اور انصاف کے اصولوں کو مد نظر رکھنے کی تعلیم دی۔

مثال کے طور پر، آپ ﷺ نے اموال کو دو حصوں میں تقسیم کیا اور ایک حصے کو مالِ زکوۃ قرار دیا، جبکہ دوسرے حصے کو ہدیہ دینے کا طریقہ اختیار کیا۔ یہ آمرانہ حکمت انصافی تقسیم کا آداب و اقدار کو مد نظر رکھتا ہے اور لوگوں کو اموال کو درست طریقے سے استعمال کرنے پر رہبری دیتا ہے۔

---

[29] : بخاری، محمدبن اسماعیل، الجامع الصحیح، دارطوق النجاۃ، طبع اول، 1422ھ، کتاب العتق، باب العبد راع فی مال سیدہ، حدیث رقم: 2558۔

آپ ﷺ کا طریقہ زندگی ہمیں سکھاتا ہے کہ سرکاری امور میں اموال کا صحیح استعمال اور نگرانی کس طرح کی جائے، اور یہ اصول عام لوگوں کے لئے بھی مثالی ہیں کہ اگر کسی کو کسی مسئلے میں مختص کیا جائے تو اس کی نگرانی اور انصاف کے اصولوں کا خیال رکھنا چاہئے۔

((عن سمرة بن جندب:أنه قال:كانت له عضد من نخل في حائط رجل من الأنصار،قال:ومع الرجل أهله،قال:فكان سمرة يدخل إلى نخله فيتأذى به، ويشق عليه، فطلب إليه أن يبيعه، فأبى، فطلب إليه أن يناقله، فأبى، فأتى النبيﷺفذكرذلك له، فطلب إليه النبيﷺأن يبيعه، فأبى، فطلب إليه أن يناقله، فأبى، قال:"فهبه له ولك كذا وكذا" أمرا رغبه فيه،فأبى، فقال: "أنت مضار" فقال رسول اللهﷺللأنصاري:"اذهب فاقلع نخله))[30]

ترجمہ:" سمرہ بن جندب سے مروی ہے کہ ایک انصاری کی زمین میں ان کا ایک درخت تھا، جس میں وہ انصاری اپنے اہل وعیال کے ساتھ رہتا تھا۔ سمرہ کے اس زمین پر آنے جانے کی وجہ سے اسے پریشانی ہوتی تھی جس پر انھوں نے سمرہ سے مطالبہ کیا کہ یا تو درخت مجھے بیچ دیں یا اسے اکھاڑ کر لے جائیں۔

یہ واقعہ سیرتِ طیبہ سے لیا گیا حکایت ہے جو آپ ﷺ کی فردوسی ہدایات اور تعلیمات کو نمایاں کرتی ہے۔ اس موقع پر آپ ﷺ نے انصاری کو عدل وانصاف کی راہ میں حکمت وتدبیر سے کام کرنے کی سکھائی۔

آپ ﷺ نے سمرہ کو ایک درخت کی قدرتی حسن کا حفاظتی حکم دیا۔ جب سمرہ نے انکار کیا تو آپ ﷺ نے ایک عدلیہ اور انصافی فیصلہ دینے کا طریقہ اختیار کیا۔ آپ نے سمرہ کو دو چارہ اختیار دیا: یا تو اس درخت کی مالی قیمت وصول کر لو یا اسے اکھاڑ لو۔ سمرہ نے اس معاملے میں انکار کیا اور قیمت وصول کرنے کا بھی امکان نہیں کیا۔ تب آپ ﷺ نے انہیں درخت کو اکھاڑنے کی ترغیب دی اور انہیں سمجھایا کہ اس طرح کا انکار ایک نقصان پہنچانے والے شخص کا رویہ ہے۔

---

[30] : ابو داؤد،سنن ابی داؤد،کتاب الاقضیة، ابواب من القضاء، حدیث رقم: 3636۔

اس حادثے سے آپ ﷺ کی عدلیہ، حکمت، اور تعلیمات کی عظمت اور فعالیتیں ظاہر ہوتی ہیں، جو معاشرتی اور انسانی قیمتوں کی حفاظت کی راہ میں ہیں۔

معاشرے میں افراد کے درمیان تعاملات کی راہنمائی کے لئے مختلف اصولوں کو سیرتِ طیبہ سے ہمیں سیکھنے کا موقع حاصل ہوتا ہے۔ یہ اصول امن، اخوت، عدل، شورا، اور تعلیم وتربیت پر مبنی ہیں جو معاشرتی مسائلات کا حل کرنے اور ایک مضبوط اور ہم آہنگ معاشرتی جماعت بنانے میں اہم ہیں۔

سیرتِ طیبہ کے اصول امن کے میدان میں محبت اور اخوت کو ترویج دیتے ہیں، جس سے معاشرتی تنازعات کم ہوتے ہیں اور لوگ متحد ہوتے ہیں۔ اس کے علاوہ، عدل اور انصاف کی پیشگوئی کرنے سے مختلف طبقات اور گروہوں کے درمیان برابری اور انصاف ہوتا ہے جو معاشرتی فراوانی اور ترقی کی راہ میں رکاوٹیں ہٹاتا ہے۔ شورا اور مشاورت کا اہتمام بھی اہم ہے جو مختلف افراد کے خیالات کو سننا اور اچھے فیصلے کرنے میں مدد فراہم کرتا ہے۔ اس سے لوگ مل کر مسائل کا حل کرتے ہیں اور معاشرتی ترقی کا راستہ خوشحالی سے بھرتا ہے۔

تعلیم وتربیت کے اصولوں کا اہتمام بھی سیرتِ طیبہ میں ملتا ہے جس سے لوگوں میں اچھے اخلاقی اور معاشرتی قیمتوں کو بڑھانے کا موقع حاصل ہوتا ہے۔ یہ اصول معاشرتی سرگرمیوں کی بڑھتی ہوئی تعلیم وتربیت میں بھی اہم ہیں۔ ملکوں کے درمیان بین الاقوامی تعلقات میں محبت اور اخوت کا ترویج کرنا اور دیگر ملکوں کے ساتھ معاشرتی تعلقات مضبوط کرنا بھی سیرتِ طیبہ کے اصول ہیں۔ یہ اصول مختلف ملکوں کو ساتھی ہونے کی راہ میں رہنمائی کرتے ہیں اور عالمی امن اور ترقی کے لئے اہم ہیں۔

یہ سب اصول معاشرتی تنازعات کو حل کرنے اور امن قائم کرنے میں بہت اہم ہیں اور انہیں عمل میں لانا معاشرتی ترقی اور سلامتی کی راہ میں مدد فراہم کرتا ہے۔

اس مکمل گفتگو کا خلاصہ یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیمات اور ان کے اخلاقی کردار سے حسنِ معاشرت کے اعظم اصولات ملتے ہیں۔ یہ اصولات انسانوں کو چاہے وہ ماں باپ، رشتے دار، دوست، اہلِ محلہ یا

ملکی ہوں، اچھے اخلاق اور نیک کردار کے اہمیت کا سیکھاتے ہیں۔ حسنِ معاشرت سے امن، ہم آہنگی، اور رفاہ کی بنیاد رکھی جاتی ہے۔ اس کے بغیر جماعتوں اور افراد میں برابری، محبت، اور اخوت کا ماحول بنانا ممکن نہیں ہوتا۔

دین اسلام کو بھی ایک بڑی نعمت قرار دی گئی ہے جو ہر مذہب اور انسان کو چاہئے۔ دین اسلام کی تعلیمات میں غیر جانبداری، انصاف، اور ایکدوسرے کے حقوق کا احترام مشروط ہیں۔ یہ اصولات عظیم مقدس مقامات میں بھی قائم ہیں اور خالقِ کائنات کی مرضی کو حاصل کرنے میں مدد فراہم کرتے ہیں۔